سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (۳؍۸)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نورافشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم۔اے
۱۴۱ وارث روڈ - لاہور

پادری غلام مسیح صاحب
میکلوڈ روڈ - لاہور

پادری ڈبلیو - جے کلارک صاحب
ایم۔اے - ایمپرس روڈ - لاہور (مینیجر)

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر وغیرہ بنام مینیجر نورافشاں ہونا چاہئے تمام مضامین و اشتہارات وغیرہ برائے اندراج کاغذ کے ایک طرف تحریر کرکے دفتر نورافشاں میکلوڈ روڈ لاہور کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۴۵ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے - ۲۴ ستمبر ۱۹۲۶ء | نمبر ۳۹

جنوں

جناب منت کے قلم سے

کر نہ اے حداد بند و بست تدبیر جنوں
ٹکڑے ٹکڑے ایک جھٹکے میں ہو زنجیر جنوں

ہے دل وحشت زدہ کو عزم تسخیر جنوں
چاہتا ہے خود سے بھی بڑھ کے جاگیر جنوں

اے مصور کھینچ کچھ اس طرح تصویر جنوں
ہار سو گردن کا ہو میں ہوں گلوگیر جنوں

بن گیا تصویر وحشت آئینہ میں یار کا
عکس کچھ دانائی کا رکھتی ہے تنویر جنوں

ہوں برہنہ جامہ عریانی تن کرتا ہوں چاک
یہ ہے وحشت کا اثر اور وہ ہے تاثیر جنوں

یہ ہے یکرنگی اسے کہتے ہیں کامل اتحاد
میرے خاکہ میں نظر آتی ہے تصویر جنوں

زندگی و موت ہے دونوں کی وابستہ بہم
صید ہے میرا جنوں اور میں ہوں نخچیر جنوں

گو ہوں وحشی ساکن صحرا مگر ہیں وجہ یہ
اُن کو جنگل میں ستاتا ہوں مزا بیر جنوں

کیا لکھا ہے اے کتابی چہرہ آئینہ میں دیکھ
خال و خط ہیں نقطہ و الفاظ تحریر جنوں

بیخودی بیہوشی از خود رفتگی آوارگی
ہیں یہی حالات مجنونانہ تفسیر جنوں

صحبت اہل خرد سے فیض منت پا گیا
وہ تو قسمت میں لکھا لایا ہے تقدیر جنوں

لعزر اور دولتمند کی تمثیل

جناب مہجور کے قلم سے

سنا ہے کہ اک شخص تھا باوقار
ملی تھیں اُسے نعمتیں بے شمار

گذرتے تھے دن اُسکے آرام سے
تھا سرمست رہتا سر شام سے

ہزاروں تھے نوکر غلام خدم
لنڈھاتا تھا وہ جام مے دم بدم

کسی چیز کی اُسکو حاجت نہ تھی
نہ تھی مال و دولت کی اُس کو کمی

تھا رامشگروں کا ہمیشہ ہجوم
تھی دن رات گانے بجانے کی دھوم

نہ ملتی تھی فرصت ذرا جشن سے
تھے ہر وقت عطروں میں کپڑے بسے

لباس اُسکا ہوتا تھا سرخ و مہین
حریر اطلس و دیبا کے چین

وہ کھاتا ہمیشہ تھا کھانے عجیب
سمجھتا تھا سب سے میں ہوں خوش نصیب

تھا در پہ اُسی کے پڑا اک غریب
نہیں جسکے ہرگز وہ جاتا قریب

وہ پس خوردہ سے اپنا بھرتا تھا پیٹ
وہیں اسکی ڈیوڑھی میں جاتا تھا لیٹ

بھرا تھا بدن اُسکا ناسور سے
تھی بُو اُس سے آتی بہت دور سے

کبھی کیڑے زخموں میں تھے کاٹتے
کبھی کُتّے زخموں کو تھے چاٹتے

وہ زخموں سے اتنا پریشان تھا
کہ گویا کوئی دم کا مہمان تھا

غرض ایکدن مرگیا وہ غریب
ہوئی بعد مرنے کے جنت نصیب

مُوا کچھ دنوں بعد اہل دول
پڑا جاکے دوزخ میں وہ سر کے بل

تڑپتا تھا وہ تشنگی سے وہاں
مگر آب شیریں وہ پاتا کہاں

نظر اسکی لعزر پہ اک دم پڑی
وہی جس سے آتی تھی بدبو بڑی

اُسے دیکھ کر وہ پشیماں ہُوا
بہت اُسکی صورت سے حیراں ہوا

وہ کہنے لگا رو کے حضرت خلیل
مری تشنگی کی نکالو سبیل

"مزارِ نورجہاں"

از قلم گلزار مسیح قمر مجبالوی (رائے ونڈ)

شاہدرہ میں میں گیا اک دن جو حیران و حزیں
تاکہ میں خستہ جگر بہلاؤں دل جاکے وہیں

اس جگہ جاکے بھی میرا ایک یہ بہلا نہ دل
داغ ہے بھی نکلا ہیں آخر بھر کے آہ آتشیں

جو سماں بیٹھا تھا میرے اس دل پر غم پہ وہاں
آنکھ میں کر سکوں حیراں ہوں کیسے دلنشیں

جب سٹیشن پر سے میں اُترا تو سوچا کیا کروں
دُور سے چھوٹی سی اک بارہ دری آئی نظر
چار سو کانٹے اُگے ہیں مقبرہ کے اس قدر
جب وہاں پہنچا تو دیکھے آشیانے جا بجا
غمزدہ تھا دیکھکر کہ ہے یہ کیا وحشت کا گھر
جب ہوا داخل میں اُس وحشت کدہ کے درمیاں
ایک پراں میں لکھا تھا ملکۂ نورجہاں
دیر تک حیرت زدہ میں دیکھتا اُس کو رہا
سونیوالی قبر کی اے ملکۂ نورجہاں
تھا کبھی رائج تیرا ہی سکہ سارے ہند میں
ہمنشیں اب کون ہے اس جائے وحشتناک میں
دیکھتی ہے اب بھی گلشن میں تو کیونکر بہار؟
گور سے پُر درد اک دھیمی سی آئی یہ صدا

پھر کہا میں مقبرہ تک اے میری جانِ حزیں
حسرتیں آنکھوں میں جسکے دیکھنے سے چھا گئیں
واں تلک جانے کو بھی تو راستہ ملتا نہیں
بوم یا زاغ و زغن ہیں اس مکاں کے اب مکیں
کہنگی سے اُسکی دیواریں بھی تھیں سب جھک گئیں
وسط میں مٹی کی دو قبریں نظر آئیں وہیں
تب میں سمجھا یہ ہیں مدفون وہ ماہ جبیں
اور پھر با چشمِ تر گویا ہوا میں دل حزیں
حُسن کی دیوی تھی تو دنیا میں اے ناز آفریں
ذکر تھا ہر لب پہ تیرا حکم تیرا دلنشیں
کس طرح کٹتی ہیں راتیں اب تیری زیرِ زمیں؟
اب بھی بلبل کے ترانے سنتی ہو اے نازنیں؟
بشنو از ما اے فرو ختہ جانِ اندوہگیں

برمزارِ ما غریباں نے چراغ نے گلے
نہ پرِ پروانہ سوزد نے صدای بلبلے۔

کن اصولوں پر چل کر ہند سواراج حاصل کر سکتا ہے

گزشتہ سے پیوستہ

برداشت کی ضرورت

دنیا میں محبت و برداشت ہی ہیں جنکے سبب سے دُنیا قائم ہے۔ اگر یہ دو باتیں دُنیا میں سے اُٹھالی جاویں تو آج دنیا کا خاتمہ ہو جاوے۔ جس مذہب میں برداشت کی تعلیم پر زور نہیں دیا گیا۔ اسکی تعلیم کو مان کر کسی ملک میں مل جلکر رہنا محال بلکہ ناممکن ہے۔ کیونکہ اگر کوئی کہدے کہ جتنا نقصان کوئی تمہارا کرے تم بھی اس کا اتنا ہی نقصان کرو۔ یا اگر معاف کرو تو بہتر ہے۔ تو کیا ممکن ہے کہ لوگ بدلہ نہ لیں؟ اور بدلہ لینے کے سلسلہ کو نسل در نسل جاری نہ رکھیں؟ وہ ضرور جاری رکھینگے۔ اس ملک میں امن صلح و اطمینان کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ وہاں کے باشندے بے خطر کبھی نہیں بیٹھ سکتے۔ بے خطر تو وہاں ہی بیٹھینگے جہاں پر اس تعلیم پر عمل ہوتا ہو کہ بدی مت کرو بلکہ شریر کا مقابلہ مت کرو۔ دیکھو انجیل متی ۵: ۳۸-۴۰ جہاں پر لکھا ہے کہ تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیری داہنی گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُسکی طرف پھیر دے۔ یہ ایک اہل یہود کا محاورہ ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ پورے درجہ کی برداشت کرو۔ نہ یہ کہ گالوں پر تھپڑ کھاتے پھرو۔ اگر یہ ہوتا تو خود مسیح سردار کاہن کے ملازم کو جس نے مسیح کے منہ پر طمانچہ مارا تھا یہ نہ کہتا کہ اگر میں نے بُرا کہا تو اس بُرائی پر گواہی دے۔ اور اگر اچھا کہا تو مجھے مارتا کیوں ہے؟ انجیل یوحنا ۱۸: ۲۳-اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ اگر کوئی تمہارا کسی قسم کا نقصان کرے تو اس کا بدلہ لینے کا مزاج نہیں رکھنا چاہئے۔ جیسا کہ خود مسیح کی بابت لکھا ہے کہ نہ اُس نے گناہ کیا۔ نہ اُس کے منہ سے مکر کی بات نکلی نہ وہ گالیاں کھا کر گالی دیتا تھا اور نہ دکھ پا کر کسی کو دھمکاتا تھا۔ بلکہ اپنے آپ کو سچے انصاف کرنے والے کے سپرد کرتا تھا (اول خط پطرس ۲: ۲۲-۲۳) بغیر دوسروں کے قصور معاف کرنے کے ہم دنیا میں گذارہ کر ہی نہیں سکتے۔ بلکہ مسیح نے دعا میں سکھایا ہے کہ ہمارے قصور معاف کر جس طرح پر ہم اپنے قصورواروں کو معاف کرتے ہیں جس کے یہ معنے ہیں کہ اگر ہم اپنے قصورواروں کو معاف نہیں کرتے تو ہمارے قصور بھی معاف نہ کر۔ سو جو کوئی یہ دعا مانگتا ہے اور اپنے قصورواروں کے قصور معاف نہیں کرتا۔ خدا اُس کے بھی قصور معاف نہ کریگا۔ انجیل متی ۶: ۱۲۔ ایک دوسرے کی برداشت پورے درجہ کی کرنی چاہئے تاکہ آپس میں جھگڑوں کا بہت کم موقع ملے۔ اس کی تعلیم مسیح نے یوں دی ہے کہ جب اس کے شاگردوں میں سے ایک نے آکر مسیح سے پوچھا کہ اگر میرا بھائی میرا قصور کرے تو میں اسے کتنی دفعہ معاف کروں؟ سات دفعہ؟ مسیح نے جواب دیا نہیں بلکہ سات کے ستر دفعہ یعنے بے حد دفعہ۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہمارے اندر معاف کرنیوالی طبیعت ہونی چاہئے نہ کہ بدلہ لینے والی۔ اگر ہمارا ملک ہند اس تعلیم پر عمل کرے تو آپس کی لڑائیاں اور فساد بہت کم ہو جائیں۔ اور صلح و محبت پھیل جاوے۔

دل کی پاکیزگی کی ضرورت

سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کے لوگوں کے دل پاک و صاف ہو جاویں۔ ہمارے ملک میں ظاہر رسم و رواج پر بڑا زور ہے۔ مگر دل کی صفائی پر زور نہیں قسمیں جھوٹی کھائی جاتی ہیں۔ اقرار جھوٹے ہوتے ہیں۔ جب قسم کھا کر جھوٹا اقرار کیا جاتا ہے۔ تو جھوٹا اقرار کرنے والا تو جانتا ہے کہ میں جھوٹا اقرار کر رہا ہوں۔ مگر جس کے ساتھ یہ جھوٹا اقرار کیا جا رہا ہے وہ اس سے بیخبر ہے۔ یہ فعل جاہل اور نادان اور غیر مہذب لوگوں ہی کے نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کے بھی جو لیڈر اور قوم میں اعلے درجے کے لوگ ہیں۔ یہ میرا خیال ہی نہیں بلکہ ذاتی تجربہ ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرا ایک دوست جو کہ اپنی برادری میں بڑا معزز تھا اور گورنمنٹ نے اُسے ذی عزت سمجھکر آنریری مجسٹریٹ بنایا ہوا تھا۔ میرے ہمراہ کسی کام کے لئے لاہور گیا۔ وہاں پر اُسکو اسکا پُرانا دوست ملا۔ جو اسی کے شہر کا رہنے والا اور بڑا خاندانی اور عزت دار تھا اور جس نے تمام عمر مجسٹریٹ رہ کر پنشن لیکر لاہور ہی میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔

دیکھو صلا

نورافشان

مطبوعہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۶ء

ہمارا سیلانی نامہ نگار

مدیر نورافشان رام رام۔ کہو کیسی گذرتی ہے۔ آجکل اخبار نویسی تو دو کنی کے برابر ہو گئی۔ کوئی کچھ لکھے یا کوئی کچھ چھاپے۔ مزاج پرسی ایڈیٹر کی۔

بسے مہاراجی۔ آئیے جناب۔ تشریف رکھئے کہئے کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ کیا سُنا ہو۔ کیا دیکھا ہے۔ کچھ ہمیں بھی سنائیے۔ ہماری مشکلات کی عقل جاتی ہی۔ ہندوستان کی سنائیے۔ ہمارا آنا کہنا تھا کہ سیلانی نامہ نگار کا افسانہ شروع ہو گیا۔ فرمانے لگے۔ لیجئے جناب سنئے۔

بندہ آج پشاور سے آ رہا ہے۔ گاڑی میں عجیب لطف آیا۔ بندہ انٹر کلاس کا ٹکٹ لیکر گاڑی میں بیٹھا۔ شریف ہندو مسلم آگے تشریف فرما تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد گفتگو ہونے لگی اور گاڑی چل پڑی۔ ایک ہندو جنٹلمین ایک دوسرے جنٹلمین سے مخاطب ہو کر فرمانے لگا کہ صاحب آپ کون ہوتے ہیں۔ وہ بھی کوئی عجیب مخلوق تھا۔ یہ سوال سُنکر اپنے دوسرے قریبی شریف سے کہنے لگا۔ کہ جناب آپ کا نام انگلیوں میں تحریر فرمایئے۔ وہ بھی کوئی عجب مسخرہ تھا۔ اُس نے جھٹ پاکٹ بک نکال کر آپ کا نام لکھنا شروع کر دیا۔ کہ آپ اپنا نام فرمایئے۔ سائل اول نہایت حیران ہُوا اور حاضرین نے خوب قہقہہ لگایا تو آپ اور بھی بگڑے پڑنے لگے۔ اب نام لکھنے والا سائل اول کا نام پوچھے اور سائل اول نام بتانے میں عذر و معذرت پر اتر آئے۔ آخر ایک تیسرا بول اُٹھا کہ صاحب سائل اول نے کیا قصور کیا ہے کہ آپ اُس کے گلے پڑے جا رہے ہیں۔ نام لکھنے پر اصرار فرما رہے ہیں۔ جواب ملا کہ سائل اول نے اپنے سوال سے ہماری ہتک عزت کی ہے۔ ہم سے پوچھا ہے کہ آپ کون ہوتے ہیں۔ کیا ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی پتہ اور علم نہ ہُوا۔ کہ ہم کون ہیں۔ **ٹو ڈاڑھی مونچھ والے ہیں۔** دو ٹانگیں رکھتے ہیں۔ دو ہاتھ پاؤں ہیں۔ ایک خاص قسم کی صورت و شکل ہے۔ مردانہ لباس پہنے ہیں۔ اسکے روبرو سامنے بیٹھے ہیں۔ منہ پر ڈاڑھی مونچھ ہیں۔ ان تمام باتوں کو جانتے بوجھتے لالہ صاحب پوچھتے ہیں کہ آپ کون ہوتے ہیں؟ اب اگر مجیب کی ہتک نہیں تو اور کیا ہے اور لالہ صاحب کے اندھے ہونے کا ثبوت نہیں تو کیا ہے اب لالہ صاحب ایسے کچے ہوئے کہ منہ میں زبان نہیں ایسے شرمندہ کہ عرق خجالت میں پانی ہوئے جاتے تھے۔ دیگر صحاب جو سمجھدار تھے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوئے جاتے تھے۔ جب لالہ صاحب خوب شرمندہ ہو چکے تو دوسرے شرفا آپ سے ایک کہنے لگے کہ لالہ صاحب یہ تو آپ سے ہنسی ہو رہی ہے۔ اسے آپ کوئی اور معاملہ نہ سمجھ لینا۔ جب لالہ صاحب کو حقیقت معلوم ہوئی تو آپ بھی اپنے مجیب کی داد دینے لگے اور اپنی غلطی کا اعتراف فرمانے لگے کہ ہمیں یہ سوال کسی سے نہیں کرنا چاہئے۔

مصالحہ وار چٹنی

ایک استاد مدرسہ میں انجیل پڑھا رہا تھا اور سبق یسوع مسیح کے مصلوب ہونے پر تھا۔ استاد خود سبق تیار کر کے نہ لایا تھا۔ گذشتہ روز کے سبق کی نظر ثانی کرنے میں ہی وقت گذارنا چاہتا تھا۔ سوال کرتا کرتا جماعت کے ایک لڑکے سے بے سوچے سمجھے سوال کر بیٹھا کہ جان تبلاؤ کہ یسوع مسیح کو کیوں صلیب دیا گیا تھا؟ لڑکے نے فوراً جواب دیا کہ جی کوئی قصور ہی کیا ہوگا۔

تین دیہاتی چلے جاتے تھے۔ ایک نے پوچھا کہ بھئی ہمارے بادشاہ کو کتنی تنخواہ ملتی ہوگی؟ دوسرے نے جواب دیا کہ تین سو روپیہ ماہوار ملتا ہوگا۔ تیسرا زیادہ عقلمند اور ہوشیار تھا۔ تین سو روپیہ تنخواہ کا سُنکر فوراً بول اٹھا کہ ارے ماموں تین سو روپے کا تو مہینہ میں گڑ ہی کھا لیتا ہوگا۔

ایک گنوار نے کبھی پکا مکان نہ دیکھا تھا نہ پکی اینٹیں بنتی اور پکتی دیکھی تھیں۔ البتہ اُس نے کمہاروں کو کچے برتن آوی میں پکاتے دیکھا تھا۔ اتفاقاً کسی موقع پر اُسے ایک شہر جانے کا اتفاق ہُوا۔ جب اُس نے شہر کے بڑے بڑے پختہ اور دو منزلہ و سہ منزلہ مکان دیکھے تو سخت متحیر اور حیران ہُوا۔ ایک بڑے عالیشان مکان کو دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا۔ کہ کسی راہگیر نے اُسے مخاطب کر کہا کہ کہو جی آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اس مکان کو آوی میں کمہار نے کس طرح پکایا ہوگا۔ اٹھا کر یا سوچے کر آوی میں ڈال کر؟ راہگیر آپ کی عقل و فکر کی داد دیکر چلتا بنا۔

ایک خاندان میں چار افراد تھے۔ ایک کا منہ دہنے طرف کو ٹیڑھا تھا۔ دوسرے کا بائیں طرف کو پھرا ہُوا تھا۔ تیسرے کے منہ کا اوپر کا جبڑا بڑھا ہُوا تھا۔ چوتھے کے منہ کا نیچے کا جبڑا بڑھا ہُوا تھا۔ شام کو چراغ جلانے کی ضرورت ہوئی۔ ایک نے چراغ جلا دیا۔ تمام کاروبار کر کے اب سونے لگے۔ ایک نے دوسرے کو کہا بھائی چراغ بجھا دو۔ اُس نے چراغ بجھانے کے لئے پھونکیں مارنا شروع کیں۔ تھک کر رہ گیا۔ پر چراغ نہ بجھا۔ اسی طرح دوسرے۔ تیسرے اور چوتھے نے کوشش کر دیکھی پر سب ہار کر رہ گئے۔ پھونکوں سے چراغ نہ بجھا۔ آخر سب نے یقین کر لیا کہ کوئی آسیب ہے۔ وہ اسی فکر میں تھے کہ اب کیا کریں۔ اتفاقاً پڑوس سے کوئی ملاقاتی آ گیا اور اُس نے اُن کی مشکل کو حل کیا۔ معلوم کی خبر نہیں کہ پھر انہوں نے زندگی بھر چراغ جلایا تھا یا نہیں؟

قومی شاعر اللہ یار خاں جوگی کی رحلت

مشہور قومی شاعر اور گوبھگت مسلمان جوگی اللہ یار خاں ۵ ستمبر کی شام کو انتقال کر گئے۔ آپکو سیرو ضلع سیالکوٹ میں مرض حبس دن بخار آیا۔ (عام)

کواپریشن کی ابتدا کا بیان

مس ایم۔اے شاہ صاحبہ بی۔اے کی طرف سے ہمیں ذیل کا بیان موصول ہوا ہے کہ فائدہ عام کے لئے شائع کیا جائے۔اس لئے ہم اسے نور افشاں میں درج کر کے آپ کی نیک خواہش کو پورا کرتے ہیں۔امید ہے کہ ہمارے ناظرین اس بیان سے فائدہ اُٹھائینگے۔ ایڈیٹر

آجکل ہر طرف کواپریٹیو سوسائٹیوں کا نام سُنا جاتا ہے دیہات میں ایسی سوسائٹیاں مویشیوں کی نسل درست کرنے۔قرضہ دینے۔زمینوں کی تقسیم کرنے اور۔اور مقصدوں کے لئے قائم ہیں شہروں میں قرضہ۔کفایت شعاری۔صنعت وحرفت وغیرہ کی سوسائٹیاں ہیں۔جو فائدہ اُن سے لوگوں کو حاصل ہو رہا ہے انہیں کو معلوم ہے جو کواپریشن کے اصولوں کی پیروی پورے طور سے کرتے اور کرواتے ہیں۔ان مختلف قسم کے کواپریشن میں قرضہ کی سوسائٹیاں سب سے پُرانی ہیں۔اُن کا باقاعدہ آغاز جرمنی کے ملک میں انیسویں صدی کے درمیان میں ہوا۔شہری قرضہ کی سوسائٹیوں کا بانی شولزے ڈولیٹزمشرقی جرمنی کا باشندہ تھا اور دیہاتی لوگوں کو قرضہ دینے والی انجمنوں کا بانی رائفائزن مغربی جرمنی کا رہنے والا تھا۔

اس مضمون کی ذیل میں رائفائزن کی زندگی اور اُس کے کام کا نہایت مختصر بیان لکھا جاویگا جس شخص کے ذریعہ سے دنیا کو اس قدر فائدہ ہو رہا ہو ضرور ہے کہ ہم اس سے واقف ہوں اور اُسکی یادگار احسانمندی سے کریں۔اور اُسکی زندگی کے تجربوں سے کچھ فائدہ حاصل کریں۔

رائفائزن سنہ ۱۸۱۸ء مارچ کی ۳۰ تاریخ کو پیدا ہوا تھا۔اس کے باپ دادوں میں بیشتر استاد۔حاکم پائے جاتے ہیں۔اس کی ماں ایک نہایت دیندار اور نیک چلن عورت تھی۔اُس کا باپ گاؤں میں با عزت رئیس کی حیثیت کا آدمی تھا۔لیکن شراب خوری کی بُری عادت میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے اس کا انجام نہایت کنگالی کی حالت میں ہوا۔غریبی کی وجہ سے رائفائزن کالج میں تعلیم نہ پاسکا۔لیکن چونکہ اُسکی رغبت پڑھنے لکھنے کی طرف بہت تھی۔اس لئے گاؤں کے پادری نے دیہاتی مدرسہ چھوڑنے کے بعد بہت سالوں تک اس کو اعلیٰ تعلیم شخصی طور پر دی اور یوں رائفائزن کی لیاقت بڑھ گئی۔

سترہ سال کی عمر میں وہ فوج میں بھرتی ہو گیا۔اور کئی سالوں کی تربیت کے بعد جب قریب وقت آیا کہ وہ کسی عہدہ پر مقرر کیا جاوے۔اچانک اُس کی آنکھیں ایسی خراب ہو گئیں کہ اندھا ہونے کا خطرہ تھا تب فوجی ملازمت ترک کر دی اور سول سروس میں داخل ہوا۔چند سال کے بعد ایک اعلےٰ عہدہ پر مقرر ہو گیا۔سنہ ۱۸۴۵ء میں اُس نے شادی کی اور سات بچوں کا باپ ہوا۔ان میں سے ایک لڑکی اس کو بہت عزیز تھی یہ نیک ذات لڑکی باپ کی نابینائی کی حالت میں اُس کو پڑھ کر سناتی تھی۔اسکی تقریروں کو لکھتی اور ہر طرح اُس کے دہنے ہاتھ کی قوت بنی رہتی تھی جسمانی کمزوری اور خراب آنکھوں کے سبب سے رائفائزن کا مزاج بہت خراب ہو گیا تھا۔اکثر اوقات یہ لڑکی اُس کو سمجھاتی اور اُسکو اطمینان دلاتی تھی۔

سنہ ۱۸۶۵ء میں رائفائزن سخت بیمار ہو گیا۔اُس کا مزاج ایسا بگڑ گیا کہ مشکل سے کوئی اُسکی برداشت کر سکتا تھا اُس لئے اُسکو دیہاتی عہدہ پر دوسری بار مقرر نہ کیا گیا۔بلکہ تھوڑی جاگیر اور پنشن پاکر وہ علیحدہ ہو گیا۔اس وقت ضرور ہوا کہ نصف زندگی گذر جانے پر رائفائزن نئے سرے سے پھر زندگی شروع کرے۔اُس نے کئی وسیلے معاش کے اختیار کئے اور آخر کار کامیابی کی کچھ صورت نظر آئی۔روپیہ جمع کرنا اُس کا مقصد کبھی نہیں ہوا تو بھی اپنا وقت اور اپنی طاقت کواپریٹیو سوسائٹی جاری کرنے میں صرف کرتا تھا۔اِس مضمون کے متعلق کتابیں لکھ کر لوگوں کو کواپریشن کے طریقے اور اصول سمجھاتا تھا۔سرکاری عہدہ سے جدا ہونے کے موقع پر شاہانِ جرمنی نے اُسکو حوصلہ افزائی کے خط لکھے اور دو موقعوں پر روپیہ بھی اُس کے کام کی مدد کیلئے دیا کرتے تھے سنہ ۱۸۸۸ء میں رائفائزن سخت بیمار ہو گیا۔مرنے کا وقت نزدیک آگیا۔پس اپنے آخری ایام کو دعا میں صرف کرتا ہوا خاموشی اور سلامتی سے اس جہان سے گذر گیا۔موت کے بعد اس کے گاؤں میں ایک بت رائفائزن کی یادگار میں بنا کر کھڑا کیا گیا۔دیہاتی لوگ اُس کو زراعت کا رسول کہتے ہیں

عنقریب نابینا ہونے کی وجہ سے اس کا چہرہ تند وسخت نظر آتا تھا۔لیکن جس وقت دوستوں سے باتیں کرتا تو نہایت خوشنما چہرہ ہو جاتا تھا۔کتابوں کا علم اُس کو تھوڑا تھا۔لیکن جو تھا وہ اس علم کو تجربے میں استعمال کرتا تھا۔باتیں کم کرتا تھا۔زیادہ محنت کرتا تھا۔اُسکی زندگی کا اصول بائبل کی آیت تھی یعنی مسیح کا قول ہو کہ جو کچھ تم نے ان چھوٹوں میں سے ایک کے ساتھ کیا وہ میرے ساتھ کیا۔اُس کی خوراک وپوشاک سستی ہوتی تھی اور ہمیشہ تیسرے درجہ کی گاڑی میں سفر کرتا تھا اور جو روپیہ اس طرح بچتا تھا وہ سوسائٹیوں کی امداد کیلئے دے دیتا تھا۔جہاں وہ جاتا تھا لوگ اُسے نیک باپ رائفائزن کہتے تھے۔یہاں تک کہ ریٹ لوگ بھی اقرار کرتے تھے کہ کواپریٹیو سوسائٹی لوگوں کے اخلاق بدلنے کے لئے اُنکی مناد یوں سے زیادہ کارگر ہے۔

رائفائزن نے اصل کام کواپریشن کے متعلق سرکاری عہدہ سے الگ ہونے کے بعد کیا ہے۔اس وقت سے وہ پہلے قسم قسم کی انجمنیں قائم کرنے میں مشغول رہتا تھا جس میں کواپریشن کے اصول چھپے ہوئے تھے۔لیکن زیادہ تر یہ انجمنیں خیراتی تھیں۔کال کے ایام میں اُس نے آٹا بیچنے۔روٹی پکانے۔زمینداروں کو بیج کے لئے گیہوں وآلو مہیا کرنے اور مویشی خریدنے اور کئی اور قسم کی انجمنیں قائم کیں۔اس وقت رائفائزن ان انجمنوں کو کچھ تو اپنے عہدے کے فرائض کی انجام دہی کے لئے اور کچھ اپنے اخلاقی جذبات پورا کرنے کی خاطر قائم کرتا تھا یہ سب انجمنیں خیراتی اصولوں کی تھیں اور جس وقت خیرات کرنے والوں کا جوش دھیما پڑ جاتا تو یہ انجمنیں بھی ٹوٹ جاتی تھیں۔اس جگہ

ے رائفائزن اس بات کا قائل ہو گیا کہ کواپریشن میں خیراتی کام بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ سب کچھ لوگ اپنی ہمت اور حوصلہ سے مل کر ہی کام کریں۔ اپنی مدد آپ ہی کریں اور اپنی مدد آپ کرنے کے لئے انجمنیں قائم کریں۔

جب کواپریشن نے یہ صورت پکڑی تو کام بہت ہی آہستہ آہستہ ہونے لگا۔ اس وقت لوگ مل کر کام کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ جن دیہاتی لوگوں کے درمیان اس کا کام تھا وہ نہایت جاہل اور غریب اور ایک دوسرے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور اگر کوئی بات جو معمولی دستور سے ذرا بھی خلاف ہوتی تھی تو اس پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔ تو بھی کواپریشن کا دائرہ عمل صرف دیہاتی لوگوں کے درمیان تھا۔ جو شخص اپنے پڑوسیوں کی نظر میں اعتبار کے قابل ہوتا تھا اُسکو وہ انجمن کا ممبر کر لیتا تھا۔ اور جو خدمت کرتا تھا سب مفت کرتا تھا اور یہی خواہش رکھتا تھا کہ اُسکی انجمنیں اخلاقی اور علمی ترقی کا مرکز ہو جاوے۔

مس ایم۔ اے شاہ۔ بی۔ اے

پیغام صُلح کے نام کُھلا مکتوب

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔

تسلیم۔ آپ کے اخبار کی اشاعت مورخہ ۴ ستمبر سن رواں میں کسی مولوی عبدالحق صاحب کے قلم سے "ہبوط نسل انسانی" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ ابتدا میں مضمون نگار صاحب نے شخصیات معروضہ پر چند اتہام لگا کر عوام میں غلط فہمی پیدا کی ہو نیز آخر میں آپ نے بڑے زور سے لکھا ہے کہ

"لاہور کے ان سرکردہ مسیحیوں۔ پادری پال اور پادرش بجز ہندی پوادر کے گل سرسبد (؟) پادری عبدالحق سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے وہ مکالمہ شائع کرنے سے قبل خواجہ صاحب کو دکھایا۔ اور اگر نہیں دکھایا اور یقیناً نہیں دکھایا تو اس کا سبب کیا ہے اور دکھانے کا عہد کرکے اُس کو توڑا کیوں گیا؟ وغیرہ۔" (پیغام صلح)

واضح ہو کہ پادری سلطان محمد خان اور خواجہ کمال الدین صاحبان کے درمیان جو مکالمہ زیر بحث ہوا تھا میں بھی اُس کے دوران میں موجود تھا۔ میں نے اس مکالمہ کے نوٹ کئے اور بعد ایفائے عہد کے درج اخبار کرکے اُسے "ہبوط نسل انسانی" میں شائع کیا۔

مضمون ایک مذہبی اختلاف پر مبنی ہے۔ مگر ذاتیات پر جو الزام عائد کئے گئے ہیں اُن کا مضمون سے بالکل کوئی واسطہ نہیں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں نہایت زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ الزامات غلط ہیں اور محض مبنی بر غلط فہمی ہیں۔

چونکہ خواجہ کمال الدین صاحب بھی اخبار کے شائع ہونے سے دو روز پیشتر لاہور میں آگئے ہیں۔ لہذا احسن طریق فیصلہ یہ ہے کہ اس کے متعلق خواجہ صاحب سے دریافت کیا جائے کیونکہ میں اپنی آگاہی وعلم کے مطابق باور کرتا ہوں کہ وہ مولوی عبدالحق صاحب کے بیان کی تردید کرینگے۔ اور مجھے جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کی فرصت پیش نہ آئیگی۔ میرے اس چیلنج کو نفس مضمون سے کوئی واسطہ نہیں۔ بلکہ واقعات خصوص وذات معروف سے ہے۔

موسیٰ خاں ناشر ہبوط نسل انسانی
میاں سنگھ باغ۔ لاہور۔

پیغامِ نجات

پہاڑوں کے اوپر کیا ہی خوشنما ہیں اُس کے پاؤں جو بشارت دیتا۔۔۔۔ اور نجات کا اشتہار دیتا ہے۔ یسعیا ۵۲: ۷۔

خدا جس نے اپنے آپ کو کبھی بے گواہ نہ چھوڑا۔ وہ اپنے لئے نئے گواہوں کو گنہگاروں کے پاس بھیج کر اُنکو آنے والے غضب سے بچاتا اور اپنے بیٹے کا جلال ظاہر کرکے اپنی کلیسیا کو زندگی دیتا ہے۔ تاکہ وہ سب جنکو اس نے پہلے سے مقرر کیا کہ اس کے بیٹے کے ہمشکل ہوں انہیں راستباز ٹھہرا کر جلال بخشے اور ابدی زندگی عطا فرمائے۔

اسی قاعدہ کے مطابق خدا نے یہاں شملہ میں بھی اپنے دو نئے گواہ یعنی پادری قاضی خیراللہ صاحب اور مسز خیراللہ صاحبہ کو بھیجا تاکہ وہ اپنی چھٹی کے دنوں میں اپنے مالک کی خدمت میں مشغول ہوں۔ جب سے یہ دونوں یہاں تشریف لائے ہیں۔ اس وقت سے برابر لوگوں کو نجات کا پیغام سناتے ہیں۔ اگر پادری صاحب (باوجودیکہ اُن کی صحت گذشتہ سالوں کی طرح اچھی نہیں) مختلف مشن کے مبشروں کے ساتھ یا اکیلے بازاروں اور پریم سبھاؤں میں بشارت دینے اور اتواروں کو مختلف عبادت خانوں میں وعظ کہتے ہوئے نظر آتے تو اُن کی میم صاحبہ بلاناغہ چھوٹا شملہ کسمٹی سنجولی اور بڑے شملہ میں غیر مسیحی مستورات کے درمیان انجیل سناتی اور گنہگاروں کو مسیح کے پاس بلاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ بزرگ میم صاحبہ نے صرف مستورات میں خوشخبری سنانے کی سر توڑ کوشش کی بلکہ مردوں میں بھی کلام سنایا۔ اور چار عام لیکچرس سالوشن آرمی ہال۔ پریم سبھا اور ہیجیٹ خن سکول ہال میں ذیل کے مضامین پر دیئے۔ (۱) خداوند کی موت اور حیات (۲) آمد ثانی اور عدالت (۳) یگانگت (۴) گواہی۔ ان میں سے پہلے دو لیکچرس کے سامعین غیر مسیحی اور مسیحی تھے۔ اور دو آخری لیکچرس صرف مسیحیوں کے لئے تھے۔ دوسرے لیکچر کے آخر میں ایک شخص نے بمعہ اپنے خاندان کے جو کہ چھ نفر تھے کھڑے ہو کر کہا کہ آج سے ہم مسیح کے ہیں اور اس کے ہو کے رہینگے۔ (ہلیلویاہ) اب یہ خاندان بڑے شوق سے مکتی فوج کے افسروں سے باقاعدہ تعلیم پا رہا ہے۔

۱۰ ماہ حال کو (گیارہ بجے رات کے) سالوشن آرمی ہال میں غالباً پادری صاحب کا آخری وعظ تھا گیت اور دعا کے بعد پادری صاحب کی میم صاحبہ نے پاک کلام کا مقرری حصہ پڑھا اور پادری صاحب نے متی ۱۷: ۲۶ پر آدھے گھنٹے تک ایک پُر تاثیر نصیحت کی۔ تمام سامعین ہمہ تن گوش ہو کر بڑی خوشی سے سن رہے تھے۔ نصیحت کے بعد میجر صاحب کی مس صاحبہ نے پادری صاحب اور اُن کے خاندان کے لئے ایک پُر جوش

دعا کی۔ پھر میجر صاحب کی میم صاحبہ نے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ کہ جس نے اپنے بندے اور باندی کو بھیجا کہ وہ یہاں پر بشارت دیں اور اُن کے ذریعے کئی روحوں کو بچائے۔ اور پھر جماعت کے لوگوں سے درخواست کی کہ وہ پادری صاحب اور اُن کے خاندان کو اپنی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اس کے بعد یکے بعد دیگرے کپتان زائنڈ اس کپتان بال اور مسٹر ٹیلر صاحبان نے پادری صاحب اور ان کی میم صاحبہ کی خدمت کا جو شملہ میں ہوئی مختصراً ذکر کیا۔ بعد میں مسز پال صاحب کی طرف سے مسز خیراللہ صاحبہ کو جماعت کے روبرو بطور یادگار کے ایک عمدہ تحفہ پیش کیا گیا۔ جو کہ انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا پھر گیت اور دعا کے بعد جماعت رخصت ہوئی۔

ہماری دعا ہے کہ خدا کثرت سے اپنے ایسے سرگرم خادموں کو بھیجے تاکہ وہ اپنے آرام کے دنوں میں بہت سی بے آرام روحوں کو مسیح کے پاس لائیں اور وہ حقیقی آرام حاصل کر کے ابدی خوشی اور نجات کے وارث ہوں۔ آمین۔

بی۔ ایم۔ جارج۔

ارکاٹ امریکن مشن کا دورہ

علاقہ مدراس میں امریکن مشن سے بڑھ کر کوئی مشن نہیں ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں امریکن مشنری صاحبان رہتے ہیں اُن کے زیر حفاظت چند دیسی پادری اور حسب ضرورت دیگر کارندے اپنے اپنے علاقہ میں تمام قصبات اور دیہات کا دورہ کرتے اور روزانہ رپورٹ قلمبند کی جاتی ہے۔ لہٰذا ہر ایک مشن ہوز کا احاطہ بڑی وسعت پر محدود کیا ہوا ہے۔ اب میں آپ کو صرف ایک مشن کا خلاصہ حال سنا دیتا ہوں باقی پر آپ خود قیاس کر لیں۔

ارکاٹ۔ میرے خیال میں یہ شہر مدراس کے شمال مغرب میں کوئی ۸۰ یا ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ پہلے وقتوں میں یہ شہر راجوں مہاراجوں اور نوابوں کا تخت گاہ رہ چکا ہے۔ جو جو معرکہ آرائیاں اور تلوار بازوں کی زور آزمائیاں اس قطعہ زمین پر ہو گذری ہیں مورخوں کے لئے ایک وسیع میدان چھوڑ گئی ہیں۔ انقلاب زمانہ جو دنیا کو بے چین کئے ہوئے ہے عبرتناک نگاہوں کے لئے یہ شہر حیرت افزا منظر اپنی بھیانک صورت کو لئے ہوئے یہ دکھلاتا ہے کہ بے ثباتی میں آرام ہے۔

اب اس شہر کا فخر صرف قدامت پر ہے کہ ارکاٹ مدراس سے پہلے آباد تھا۔ اس وقت مہاراجوں اور نوابوں کی شان و شوکت اور اُن کی یادگار۔ قلعہ کا دروازہ اور چند شکستہ فصیل کے ٹکڑے باقی ہیں۔ ایک ندی نے اس شہر کے دو حصے کئے ہوئے ہیں۔ ایک حصہ کا نام ارکاٹ اور دوسرے کا نام رانی پیٹ ہے۔ مشن ہوز رانی پیٹ میں ہے۔ وہیں ہم مہمان تھے اور اسی کا خلاصہ حال ہم کو لکھنا ہے مگر پہلے آپ ارکاٹ کا جھگڑا چکا لیں۔

قلعہ کے اندر زراعت ہوتی ہے تاہم نشانات سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ کا اندرونی حصہ کوسوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ایک بلند ٹیکری پر پُرانے زمانے کی توپ رکھی ہوئی ہے۔ اس کے پہلو پر ایک تالاب ہے جو اس بات کا گواہ ہے کہ جن ہاتھوں نے اُسکو تعمیر کیا تھا اب وہ دنیا میں ناپید ہیں۔ یہ تالاب تقریباً پچیس یا تیس فیٹ گہرا اور اسی قدر مربع ہے۔ چاروں طرف نصف تالاب تک زینے بنے ہوئے ہیں اور باقی حصہ پانی کے لئے چھوڑا گیا ہے۔ آخری زینہ اس قدر فراخ ہے کہ ایک آدمی بے فکری سے بھاگ سکتا ہے۔ اس فراخ زینہ کے چاروں طرف چار دروازے بنے ہوئے ہیں جو نقب کی صورت کے ہیں۔ یہ تو ہم کو معلوم ہے کہ یہ گنبد نما سرنگیں کس منشا سے بنائی گئی ہیں۔ صرف اندازے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی اس نقب میں جا چھپے تو تعاقب کرنے والے کو بڑی آسانی سے تالاب میں گرا سکتا ہے۔ اس تالاب سے پچاس قدم پر چھوٹی سی مسجد ہے جس کے روبرو ایک چھوٹا سا تالاب ہے جو بالکل بڑے تالاب کا چربہ ہے فرق صرف یہ ہے کہ یہاں نقب کی جگہ چاروں طرف سائبان بنائے گئے ہیں۔ جن سے وضو کرتے ہیں دھوپ اور بارش کا بچاؤ ہو سکتا ہے۔ یہ تمام نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ کا اندرونی حصہ ہے جو خاص بیگمات کی فرحت افزائی کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اس چھوٹی مسجد کی پُشت پر کوئی ہزار قدم کے فاصلہ پر بڑی عالیشان مسجد ہے۔ جس کے مقابل نواب سعادت علیخاں کا مزار ہے۔ آپ کی وفات کا سنہ ۱۱۴۴ھ مزار کے دروازہ پر کندہ ہے۔ اللہ اللہ خیر صلاح۔

بازار میں ایک مدرسہ مشن کا اور مقابلہ پر مسلمانوں کا مدرسہ ہے۔ میں نے مشن کا مدرسہ اندر جا کر نہیں دیکھا کیونکہ ضروری کام جا رہے تھے۔ اور وقت تنگ تھا۔ مگر باہر سے معلوم ہوتا تھا کہ کچھ کم زیادہ ایک سو لڑکوں کی سمائی کا مکان ہے۔ بس ارکاٹ یہی ہے۔

رانی پیٹ۔ کی وجہ تسمیہ تو میں نے سُنی تھی۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ ضعیف دماغ کا حافظہ سے منتہ ہوتی ہے صرف اتنا یاد ہے کہ رانی پیٹ میں بڑا اور عمدہ قطعہ زمین مشن کے قبضہ میں ہے۔ اور جناب پادری ایچ۔ ای وان ڈرنگن ایم۔ اے۔ ایس بھی وہاں پر انچارج مشنری ہیں۔ شادی شدہ نوجوان۔ خدا کی عنایت ایک چھوٹی خوبصورت لڑکی ہے۔ میاں بی بی دونوں خلیق اور بڑے ملنسار ہیں اور میرا رفیق جسکا آگے چلکر ذکر کیا جائیگا۔ چار دن تک ان کے مہمان رہے۔ مجھ کو تو اُن کے برتاؤ سے یہی معلوم ہوا کہ یہ نوجوان کس بڑی گہری محبت کی تلاش میں ہے۔ ہر ایک ادنےٰ و اعلیٰ سے اُن کا یہی سلوک دیکھا گیا ہے کہ گویا وہ اپنے کسی بھائی بندیا جگری دوست سے ملاقات کر رہے ہیں۔ ایک دن ایک مسلمان جو کسی غرض سے میری ملاقات کو آیا تھا۔ عمر رسیدہ۔ میلہ لباس۔ ہاتھ میں اکتارا۔ ایک تار کا باجہ جو شاید اُس کے گانے بجانے کا شغل تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس بزرگ سے کیا سلوک کروں اور کس طرح۔ نوجوان پادری صاحب نے مجھ کو متردد دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اُس کو



کرسی دو اور آرام سے دریافت کرو کہ وہ کیا چاہتا ہو چونکہ یہ کھانے کا وقت تھا۔ تھوڑی دیر میں پادری صاحب دروازہ پر آن کھڑے ہوئے۔ مگر منہ سے نہیں کہتے کہ کھانے میں دیر ہوتی ہے اور میم صاحبہ منتظر بیٹھی ہیں۔ غرض میں خود ہی سمجھ کر اندر چلا گیا۔ جب کھانے بیٹھے تو پادری صاحب کا پہلا سوال یہ تھا۔ کہ تم اُس مسلمان صاحب کو کھانا کھلاؤ گے۔ میں نے کہا جناب یہ میرا گھر نہیں ہے۔ صاحب نے کہا اچھا تو ہمارے پہلو کی کرسی پر لا بٹھاؤ اور ہمارے ساتھ کھانا کھانے دو۔ میں نے جواب دیا کہ شاید وہ ہمارے ساتھ کھانا پسند نہ کرے۔ صاحب نے کہا تو دالان میں اکیلا کھا سکتا ہو۔ غرض اُس کے کھانا کھاتے وقت صاحب نے کئی مرتبہ نوکر سے دریافت کیا کہ اُس حضرت کے لئے سب چیز برابر ہے۔

میں اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ یہ وہی محبت ہو جسکی تعمیل دین عیسوی کا فرض عظیم آگیا ہو۔ ہمارا پیارا اور مقدس آقا خداوند مسیح بھی غریبوں اور خطاکاروں سے ایسی ہی صمیم دلی محبت۔ اور کشادہ دلی سے پیش آتے تھے۔ پس یہ کوئی کھانے پینے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ صادق اُلفت ہو جو عیسائیوں کو اپنے خداوند سے ورثہ میں ملی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام مشنری صاحبان یکساں دل ودماغ لیکر ہندوستان میں تشریف لائے ہیں ہرگز نہیں ایسے واقعات بہت ہیں جو کئی مرتبہ خود مجھ پر گذر چکے ہیں جنکو یاد کرنے سے سخت رنج ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ جبکہ میں دین عیسوی کا متلاشی ہی تھا۔ سیلون میں ملابار سے ایک پادری صاحب تشریف لائے جو کچھ کچھ اُردو زبان جانتے تھے۔ بڑی مہربانی سے صاحب نے ایک خط دیا اور تاکید کی کہ اس ملاباری پادری صاحب سے ضرور ملو اور وہ تم کو تمہاری زبان میں انجیل کی باتیں سنائینگے۔ اس وقت میری عمر کچھ کم ... تیس سال کی تھی۔ اور دو بچوں کا باپ تھا۔ بڑا لڑکا چھ سال کا اور چھوٹا گود میں تھا۔ جب میں پادری صاحب کی ملاقات کو تیار ہوا تو بڑے لڑکے نے درخواست کی کہ مجھ کو بھی ساتھ لے چلیں۔ اس لئے میں نے دو تین روپیہ بادام۔ مصری اور کچھ پھل جو سیلون میں مل سکتے تھے۔ خرید لایا اور لڑکے سے کہا کہ اگر تم میرے ساتھ چلتے ہو تو یہ نذرانہ پادری صاحب کو پیش کردینا۔ غرض پادری صاحب نے بڑی مہربانی سے نذرانہ قبول فرمایا۔ آدھ گھنٹہ سے زیادہ میں پادری صاحب کی حضوری میں ٹین ٹن کھڑا رہا۔ آپ کرسی پر بیٹھے بیٹھے کبھی کبھی میری طرف متوجہ ہوتے اور بڑے تکلف سے اُردو کے لفظ جوڑ جوڑ کر ارشاد فرماتے۔ دیل تو انجیل کا بابت کیا جانتا ہے۔ گویا آپ مجھکو بڑے عمیق فلسفہ کا درس دیتے ہیں۔ جب کھڑے کھڑے میرے پاؤں سُن ہونے لگے اور مجھکو یقین ہوگیا کہ پادری صاحب مجھ کو اپنے پاؤں کی چوکی تلے بیٹھنے کی بھی اجازت نہ دینگے۔ اور میرا لڑکا بھی بیتاب ہُوا جاتا ہے تو میں نے کہا صاحب اب مجھے اجازت دیجئے۔ پادری صاحب نے فوراً اندر سے چار آنہ لاکر بڑی بے پرواہی سے میرے لڑکے کے ہاتھ دیئے۔ میں نے کہا صاحب اسکی کیا ضرورت تھی۔ آپ رہنے دیتے تو کسی اور کام آجاتے۔ پادری صاحب نے فرمایا ہم اس چھوکرا کو انعام دیتا ہے اور ہم تمہارے واسطے دعا دیگا۔ اور تو مانگیگا تو ہم بپتسمہ دیگا۔ میں نے دل میں کہا پادری صاحب تو دوبارہ مجھ کو کبھی نہ دیکھیگا تو بپتسمہ کس کو دیگا۔ اس وقت میں تاجر تھا مالدار تھا۔ اگر پادری صاحب مان جاتے تو میں اُنکو مدت تک مہمان بناتا بشرطیکہ وہ پنجابی غذا کھانا پسند کرتے۔

غرض ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو نہ صرف مجھ اکیلے پر گذری اور گذرتی ہیں۔ بلکہ میرے ہم مذہب اور ہموطن دوستوں کو بھی اُس کا بہت کچھ تجربہ ہو چکا ہوگا۔ لیکن

پنج انگشت یکساں نکرد

خدا جنکا دل میرے خداوند خدا کا گھر ہے۔ جہاں مقدس روح کا بسیرا ہے اور جو ٹھیک طور پر خداوند مسیح کے بندے ہیں ان کی بھی دنیا میں کمی نہیں ہے۔ جو فروتن ہیں غرور اُن میں کبھی دیکھا نہیں۔ قول صادق ہے۔ کہا آپ کو نیند آتی ہے۔ پھر آپ ابھی سے اونگھنے کیوں لگے۔ یہ تو صرف اعتراضی جملے ہیں اور میں آپ کو "اسکاٹ" امریکن مشن کا حال سنانا چاہتا ہوں اور باقی داستان پھر شروع کرونگا۔

مسیحیت کی تجدید
اور
تاریخ کلیسیاء ہند کا ایک ورق

گذشتہ اشاعت سے آگے

چونکہ ڈی نوبلی برہمنوں کو بچانے کی خاطر برہمن بنا تھا۔ لہذا اُس نے پراوان مسیحیوں اور اُن کے مبلغین سے کسی قسم کا واسطہ نہ رکھا تھا پس اس میں اور پادری فرینڈیز میں کشمکش رہتی تھی اور اس کے اونچی ذات کے مسیحی اچھوت مسیحیوں سے علیحدہ رہتے تھے۔ کیونکہ اُن کے درمیان ذات پات کے امتیازات کی خلیج حائل تھی۔ اور اچھوت پراوان مسیحیوں کی مدراس میں آمد ورفت برہمنوں کو ہمیشہ ناگوار گذرتی تھی سنہ ۱۶۱۰ء میں ایک دن ایک دلیر پراوان مسیحی نے ان اونچی ذات کے مسیحیوں سے یہ کہہ دیا کہ بپتسمہ پاکر تم نے اپنی ذات کو کھو دیا ہے۔ اور اب سب مسیحی ایک ہیں۔ خواہ وہ پہلے اونچی ذات کے تھے اور خواہ اچھوت ذات کے۔ اور مسیحی ہوکر تم اب فرنگی اور پراوان بن گئے ہو اور کہ ڈی نوبلی خود فرنگی ہے۔ یہ سُنکر مدورا کی تمام مسیحی جماعت میں کھلبلی مچ گئی۔ فرنگی کہلانے سے وہ مرنا بہتر سمجھتے تھے۔ کیونکہ اُن کی آنکھوں میں فرنگی جاہل اور حیوان خصلت تھے۔ جو ہر طرح کے علم اور بالخصوص فلسفہ سے بے بہرہ تھے۔ چودہ مسیحی یک لخت مرتد ہوگئے اور انہوں نے گرجا کو جانا بند کردیا اور جب اُن کو بلایا جاتا تو وہ کہتے کہ ہم فرنگیوں کے ساتھ نہیں ملینگے۔ مسیحیوں کی کثیر تعداد وفادار رہی۔ لیکن ان کو ہر طرح سے بے عزت کیا جاتا تھا اور نئے مرید بننے بند ہوگئے۔ یوں ڈی نوبلی کی مخالفت دوسری طرف سے شروع ہوئی اور اچھوت ذات مسیحی اس کا باعث تھے ✦

ڈی نوبلی نے حلف اُٹھا کر اپنی اور اپنی مسیحی جماعت کی بریت کی۔ اور یوں اس نے آئی بلا کو ٹالا اس نے قسمیہ یہ بیان دیا "میں فرنگی نہیں ہوں اور نہ ہی میں فرنگیوں کے ملک سے آیا ہوں اور نہ ہی اُن کی نسل سے ہوں۔ اس بات پر خدا میرا گواہ ہے اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میں اس کے لئے تیار ہوں کہ خدا کی طرف غدار اور اگلی دنیا میں جہنم کی آگ کے قابل سمجھا جاؤں۔ بلکہ اس دنیا میں ہر طرح کی سزا اور جسمانی عذاب کے لئے تیار ہوں۔ میں روم میں پیدا ہوا تھا اور میرا خاندان کا درجہ اس ملک کے راجاؤں کے برابر ہے۔ ۔ ۔ ۔ جس مقدس روحانی شریعت کا میں نے پیغام دیا ہے۔ وہ کسی کو اپنی ذات چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتی۔ اس شریعت کی منادی اس ملک میں دیگر سنیاسیوں اور مقدس مبشروں نے کی ہے۔ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ شریعت صرف فرنگیوں اور پرلوانوں کے لئے ہی ہے وہ ہذیان بکتا ہے۔ کیونکہ جب خدا تمام ذاتوں کا مالک ہے تو اس کا پیغام بھی تمام ذاتوں کے لئے ہے۔" یہ حلفیہ بیان ڈی نوبلی کے گھر کے نزدیک ایک بڑے درخت کے تنے پر چسپاں کیا گیا اور یوں مسیحیوں میں پھر امن ہوا اور مرتد واپس آ گئے۔

ڈی نوبلی کی سب سے زبردست مخالفت ہندوؤں اور اچھوت ذات مسیحیوں سے نہیں۔ بلکہ اُس کی اپنی کلیسیا کی طرف سے ہوئی۔ فرنینڈیز پادری ان مسیحیوں میں رہتا تھا اور ان میں کام کرنے کی وجہ سے ہندوستانیوں کی ملامت کا نشانہ بنا رہتا تھا۔ جب اُس نے یہ دیکھا کہ ڈی نوبلی نے علانیہ کہا ہے کہ اُس کا فرنگیوں کے ساتھ کچھ تعلق یا واسطہ نہیں تو اُس کو بڑا طیش آیا۔ اس کو یہ موقع کبھی نہ ملا کہ خود جا کر دیکھے کہ مدورا کے گرجا میں کیا رسوم عمل میں آتی ہیں۔ اس کی خبروں کا ذریعہ صرف پروان مسیحی ہی تھے جو غلط سلط جھوٹی سچی خبریں اسکو دیتے رہتے تھے۔ پس پادری فرنینڈیز نے اس کے خلاف انجمن عیسوی کے افسر اعلےٰ کے پاس ایک رپورٹ روانہ کی جس میں اُس نے یہ لکھا کہ ڈی نوبلی نے اور نرالے طریقے استعمال کر رہا ہے اور اسکی منادی درحقیقت مسیحیت اور بت پرستی کا مجموعہ ہے۔ جسکو وہ بت پرستوں کے سامنے مقدس مسیحی مذہب بتاتا ہے۔ فرنینڈیز نہ عالم شخص تھا اور نہ ہی سنسکرت سے واقف تھا اور صرف انتقام کی روح نے اسکو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ ڈی نوبلی کے برخلاف رپورٹ کرے۔ اس کام میں ڈی نوبلی کے مخالف برہمنوں نے بھی اس کی مدد کی تھی۔ جب انجمن عیسوی کے افسر اعلےٰ نے یہ رپورٹ ملاحظہ کی تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اُس نے ڈی نوبلی کو کوچین میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ اپنے طریقوں اور "عجیب رسوم" کی صفائی میں اپنا بیان پیش کرے۔ یہ بحث مباحثہ دس سال تک برابر جاری رہا اور اس مدت تک اس کا کام مدورا میں جما رہا اس کے افسر اعلےٰ اور کرنگانور کے صدر اسقف نے اس کی بڑی حمایت کی۔ لیکن اسی اثنا میں جب اُس کے افسر اعلےٰ کی تبدیلی ہو گئی تو فرنینڈیز نے پھر مقدمہ کو بلایا۔ انجمن عیسوی کے خدام دین اس کے خلاف تھے۔ لہٰذا صدر اسقف نے اس کو حکم دیا کہ کوچین میں مجلس عالیہ کے سامنے حاضر ہو۔ وہاں اس نے سوائے ایک شخص کے باقی تمام خدام دین کو اپنے تبلیغی طریقوں کی صحت کا یقین دلا دیا۔ پس مقدمہ گوا کے صدر اسقف کے پاس گیا۔ جس نے ان تبلیغی طریقوں کی صحت اور درستی کو تسلیم کر لیا۔ لیکن فرنینڈیز اس پر یہ الزام لگاتا گیا کہ اس نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے۔ اور اس نے بتوں کے سامنے بخور جلایا ہے۔ اس کے رشتہ دار کارڈینل بیلرمین نے روم سے اس کو کام بند کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ لیکن اُس نے خط لکھکر کارڈینل مذکور کی تسلی کر دی۔ جب ۱۶۱۶ء میں اس کے افسر اعلےٰ کی پھر تبدیلی ہو گئی۔ تو اس کے مخالفین نے روم کو اس کے خلاف الزامات بھیجے۔ اور ڈی نوبلی کو حکم ہوا کہ اپنا تحریری بیان گوا میں پیش کرے۔ اُس نے اپنی تحریری بیان میں لکھوا دیا "میں تامل زبان۔ تلنگو زبان اور سنسکرت سے بخوبی واقف ہوں۔ لہٰذا ہندومت کے اندرونی بھیدوں سے واقف ہو گیا ہوں (۲) مجھے "گرو" "آئیر" "سنیاسی" اور "راجہ" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور چونکہ "گرو" کے معنی اشیا کی تشریح کرنے والا "آئیر" کے معنی گھر کا مالک۔ اور "راجہ" عالی نسب والے کو کہتے ہیں۔ اور میں یہ سب کچھ ہوں۔ لہٰذا یہ خطابات میرے نزدیک صحیح ہیں (۳) میں فرنگی نہیں ہوں۔ کیونکہ اس لفظ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جنکو نیکی کی تمیز نہیں ہے اور جو بے شرم شراب پی کر مست ہونے والے اور ناپاک گوشت کھانے والے ہیں۔ تانک راجہ کی مجلس عالیہ کا یہ فیصلہ ہے کہ فرنگی دنیا میں بدترین انسان ہیں جب فرنینڈیز سلام کرنے گیا تو وہ اس انتخاب کے قابل نہ سمجھا گیا۔ فرنینڈیز کو دیکھکر عورتیں بھاگ جاتی ہیں کیونکہ عوام الناس کا یہ خیال ہے کہ فرنگی بچوں کو کباب کر کے کھاتے ہیں۔ پرتگیز بڑے دیدہ دلیر ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیحیت فرنگیوں کا مذہب ہے۔ کیونکہ اس کلام کا مطلب ہو جاتا ہے کہ جو شخص مسیحی ہو جائے وہ فرنگیوں کی ذات میں شامل ہو جاتا ہے (۴) چٹیا کا رکھنا ذات کا محض ایک نشان ہے جس کا بت پرستی کے ساتھ کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے اور سنیاسی اسکو نہیں رکھتے۔ (۵) جنیو کا تعلق معاشرتی زندگی سے ہے اور ذات کا نشان ہے۔ اور مذہب سے کچھ واسطہ نہیں رکھتا (۶) ماتھے پر ٹیکہ لگانا تہذیب کے عین مطابق سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر ماتھے کا ہونا بے عزتی اور رسوائی کا نشان ہے جس طرح کوئی شخص یورپ میں ننگے پاؤں بادشاہ کے سامنے نہیں جاتا۔ اسی طرح یہاں کوئی شخص بغیر ماتھے پر ٹیکا لگائے راجہ کے روبرو نہیں جا سکتا۔ صندل کے ساتھ توہمات کا کچھ تعلق نہیں۔ میں مربع شکل کا ٹیکہ لگاتا ہوں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میں گیان دھیان کرنے والا شخص ہوں۔ یہاں کے مسیحی بیضوی شکل کا ٹیکہ لگاتے ہیں۔ میں نے ایسی راکھ کے استعمال کو منع کیا ہوا ہے۔ جسکا تعلق بتوں کے ساتھ ہو۔



ڈی نوبلی نے یہ بیان جو پچاس صفحات پر مشتمل تھا لکھا۔ دیگو نے بھی ڈی نوبلی کے علم وفضل اور ایثار نفسی اور مسیحی جوش کی تعریف میں ایک طومار لکھ کر روانہ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے اسقف کے سب کی تسلی اور تشفی ہو گئی۔ پس ڈی نوبلی نے ایک نیا بیان تحریر کیا اور **پوپ گریگوری پانزدہم** نے ۱۶۲۳ء میں اپنا اسقفی فرمان جاری کر کے ڈی نوبلی اور اس کے تبلیغی طریقوں کو جائز اور درست قرار دے دیا اور فرمایا "برہمنوں کو جنیو اور چٹیا کی مشکلات مسیح کا اقرار کرنے سے باز رکھتی ہیں۔ چونکہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ اقوام بھی خداوند کے قدموں میں آ جائیں ہم نے بہت غور وخوض کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ برہمنوں اور دیگر اقوام کو جنیو۔ چٹیا۔ صندل کا ٹیکہ اور اشنان کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن یہ اشیا بتوں کے مندروں سے نہ لی جائیں بلکہ مسیحی قسیس ان پر برکت کا کلمہ پڑھ کر لوگوں کو دیا کریں۔"

ڈی نوبلی اپنا مقدمہ تو جیت گیا۔ لیکن اس کے نو مریدان اور اس کی کلیسیا کے لئے درحقیقت یہ بڑی شکست ثابت ہوئی۔ ان دس سالوں میں عوام پر یہ ظاہر ہو گیا کہ ڈی نوبلی اور گوا کے پرتگیزی مسیحیوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے بلکہ ۱۶۲۴ء سے مدورا کی بھی شکل بدل گئی کیونکہ راجا نے اس کی بجائے ترچناپلی کو اپنا دار السلطنت مقرر کر دیا۔ پس فرنینڈیز کے حسد اور بغض و کینہ اور مدورا کے سیاسی تنزل اور ڈی نوبلی کے تبلیغی طریقوں نے مدورا کے عظیم الشان مبلغ ڈی نوبلی کے مدعا کو پورا نہ ہونے دیا (باقی باقی) برکت اللہ

دہلی ۲۱ ستمبر۔ محلہ کٹرہ بنگیاں میں جو بنگالی بیلو چھری سے زخمی ہوا تھا وہ ہسپتال میں پہنچنے کے چند گھنٹے بعد پران تیاگ گیا۔ چرنجی ساکن نئی سڑک کو اس کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔

(ہندے ماترم)

مقدس اتھینسس کا عقیدہ

کچھ دن کا ذکر ہے کہ میرے ایک دوست مسمی مسٹر جان اینجل نے مجھے دی لائٹ اخبار کا ماہ اپریل کا ایک نمبر دکھایا۔ جس میں چند ایک اعتراضات مذکورہ بالا عقیدے پر کئے گئے تھے۔ وقت کی تنگی اور زمانے کی بے اعتدالی کے سبب مجھے پھر کبھی وہ پرچہ لائٹ اخبار کا نہ مل سکا۔ حالانکہ اسکے حاصل کرنے کی کئی دفعہ کوشش کی گئی۔ میں اس کا جواب انگریزی میں ضرور دیتا۔ لیکن شاید دی لائٹ میرا مضمون شائع کرنا منظور نہ کرتا اور اس سے کسی ایک اہل ایمان کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ یہ مضمون اردو میں نور افشاں میں دیا جائے۔

اصل مضمون

دی لائٹ عقیدے کے اس حصے پر جو باپ غیر مخلوق بیٹا غیر مخلوق اور روح القدس غیر مخلوق سے شروع ہو کر پھر بھی تین خداوند نہیں بلکہ ایک ہی خداوند ہے پر ختم ہوتا ہے (ناظرین دعائے عام کی کتاب میں اسے ملاحظہ فرمائیں) اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب تینوں ازلی غیر محدود اور قادر مطلق ہیں تو پھر ایک ازلی اور ایک غیر محدود اور ایک قادر مطلق نہ رہا اور اس کا جواب علم ریاضی کے کسی قانون سے طلب کیا ہے چنانچہ لائٹ نے ہمیں ایک بہت ہی آسان رستہ بتا دیا ہے یا یوں کہیں کہ اپنے سوال کے حل کے راستے پر لا کر ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ لائٹ علم ریاضی سے بہت کم واقف ہے۔ ورنہ کبھی اس طرح کا اعتراض نہ کرتا۔

اب لیجئے اصل حل نذر ہے

لائٹ کو واضح رہے کہ مسیحی صرف بائبل اور بائبل ہی کو اپنی ہدایت کے لئے مانتے ہیں اور کسی اور کتاب یا شخص کی رائے کے بابت کچھ ذمہ وار نہیں۔ ازلی یا ازل۔ تین ازل نہیں اور نہ ہی ہو سکتے ہیں۔

اگر ہم ازل میں عدد دس جمع کر دیں تو وہ اس کی قیمت میں کسی طرح کا بھی فرق نہیں ڈال سکتا اور نہ ہی عدد دس نفی کر دیا جاوے تو کچھ فرق ڈالیگا اسی طرح اگر ازل کے تین حصے کر دیے جاویں تو ہر حصہ خود ازل ہوگا پھر بھی ازل تین نہ ہوئے بلکہ ایک ہی ہوا جیسے اگر حرف E کو ازل فرض کریں تو

$$E + 10 = E$$

$$E - 10 = E$$

$$E/3 = E \quad و \quad E/3 + E/3 = E$$

غرضیکہ آپ ازل کو کسی صورت پر اور جتنا چاہیں بڑھتے جاویں وہ ازل ہی رہیگا۔ اسی طرح لامحدود اور قادر مطلق کی صفات ہیں۔ آپ ان کے حصے کر ڈالے اس میں کچھ ہی جمع کر دیں اس سے کچھ ہی نکال ڈالیں وہی رہینگے جو شروع میں تھے۔ غرضیکہ اگرچہ باپ۔ بیٹا اور روح القدس تینوں ازلی اور لامحدود اور قادر مطلق ہیں تو بھی تین ازلی۔ تین لامحدود اور تین قادر مطلق نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔

اگر اب لائٹ اس پر کچھ روشنی ڈالنا چاہیں تو بدل وجان آپ کو جواب دینے کو تیار ہیں اور اگر آپ انگریزی میں مضمون چاہیں تو آپ اسے شائع کرنے کا وعدہ ہمیں پہلے دیویں۔ چونکہ میں ہر ایک اخبار خود منگوا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے عنایت ہوگی کہ جس نمبر میں اس مضمون کی بابت کچھ درج ہو وہ غریب کو بھی مفت ارسال کیا جاوے

راقم۔ یو۔ دی۔ حبیب

از راولپنڈی۔

دہلی۔ بشنبر سنگھ دھرم سنگھ کی جائداد واقعہ کوٹھی شورہ میں آنا کا ایک مندر ہے ایک دن مسمی کھچیڑو چمار اور ایک مسلمان نے مل کر رات کو مندر کو مسمار کر دیا۔ جبکہ بروقت اطلاع پولیس میں پہنچ جانے سے ہر دو کو موقعہ واردات پر پکڑا گیا اور تین تین سو روپیہ کی ضمانت پر رہا کیا گیا معاملہ پولیس کے ہاتھوں میں ہے۔ (ہندے ماترم)

خبریں

احمد آباد ۲۱ ستمبر۔ مسٹر سی۔ ایف۔ اینڈریوز بمبئی سنیچر یا اتوار سے پہلے نہیں جائینگے اور اُنہوں نے بتلایا کہ وہ اُڑیسہ میں طوفان سے نقصان کے متعلق سرکاری اعلان دیکھنے کے لئے فکرمند ہیں۔ انکو بتلایا گیا ہے کہ اس وقت وہاں پچھلے سال کی نسبت بہت سخت نقصان ہوا ہے اور انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ان سیلابوں سے ہزاروں انسانی جانوں کے بچانے کے لئے گورنمنٹ کو کسی خرچ سے نہیں ڈرنا چاہئے اور انجنیرنگ انتظامات کرنے چاہئیں

(بندے ماترم)

پونا ۲۱ ستمبر چند دن ہوئے یہاں کے جینیوں کے ایک خانہ مندر میں چوری کی واردات ہوئی۔ ایک لاکھ کا قیمتی مال کا پتہ نہیں لگتا۔ چوروں کو چھ تالوں کے توڑنے کے بعد وہ مورتی حاصل ہوئی جس کے سر پر ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ متعدد موتی اور ہیرے بھی اُڑ گئے ہیں۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔

(اا)

پونہ ۲۱ ستمبر۔ آج بعد دوپہر کونسل ہال میں بمبئی کے شریف مسٹر صالح بھائی برودا والا کی طرف سے جنوبی افریقہ کے ممبران کو چائے پارٹی دی گئی۔ جس میں پونہ شہر کے سرکردہ اصحاب شریک ہوئے۔ کثیر تعداد یورپین و ہندوستانی خواتین اور شرفا گورنر اور ممبران ایگزیکٹو کونسل وزراء اور کئی والیان ریاست بھی موجود تھے۔ اس کے بعد انجمن اسلامیہ نے وفد کے اعزاز میں ایک اور پارٹی دی۔ ازاں بعد گورنمنٹ ہوس میں دعوت طعام دی گئی۔ ممبران وفد معہ مسٹر باجپئی کے ۸½ بجے سپیشل ٹرین میں مدراس کو روانہ ہونے والے ہیں

(اا)

لکھنؤ ۲۱ ستمبر۔ انڈین مسلم حجاز کانفرنس کے انعقاد کے لئے سرگرمی سے تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ وزیٹر اور ڈیلیگیٹوں کی کافی تعداد کے آنے کی اُمید کی جاتی ہے۔ استقبالیہ کمیٹی نے متعدد سب کمیٹیاں بنائی ہیں۔ تاکہ رہایش کے لئے مکانات حاصل کرے۔ والنٹیر بنانے اور چندہ اکٹھا کرنے کے کام کو جانچیں۔ سکرٹری کے اعلان سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف مدعو کئے گئے مہمانوں کی خوراک و رہایش کا انتظام کیا جائیگا۔ استقبالیہ کمیٹی کا دفتر کیسر باغ میں منتقل کیا گیا ہے۔ اخبارات کو پاس حاصل کرنے کے لئے درخواست کرنی چاہئے۔ چند مشہور ہندو اور عیسائی لیڈروں کو مدعو کیا جائیگا۔ بمبئی کے شریف مسٹر سمدانی باؤلہ اس کانفرنس کے صدر ہونگے۔ آپ ۲۴ ستمبر کی شام کو لکھنؤ پہنچ جائینگے۔

(اا)

ہماری بائبل اور مُسلم عُلما

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بائبل بدل گئی۔ تحریف ہو گئی اسکی کچھ قدر و توقیر نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک فضول کتاب ہے عیسائی اُس کی اصلیت و اعتبار کا۔ اُسکی قدر و منزلت کا کچھ بیان نہیں کر سکتے۔ کتاب ہٰذا میں اعتراضات مذکورہ کا دندان شکن جواب دیکر بائبل کی اصلیت و اعتبار کا۔ بائبل کی قدر و قیمت کا ایسا بیان کیا گیا ہے جو نہ صرف ہر ایک بائبل کے مخالف کی مناسب تادیب کرے بلکہ بائبل مقدس کی بابت ہر ایک مسیحی کے ایمان و امید و محبت کو زیادہ کرے۔ ہر ایک مسیحی مناد و مبشر کی تقویت کا باعث ہو۔ ہر ایک متلاشی کے لئے تعلیم کا کورس ہو۔ اُردو زبان میں یہ کتاب اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی عمدہ ہے۔ ضخامت ۲۰۰ صفحہ سے زیادہ ہے۔ قیمت بیر محصول ڈاک ایک روپیہ (عہ)

پادری غلام مسیح ایڈیٹر نور افشاں میکلوڈ روڈ لاہور سے طلب فرمائیں۔

نور افشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے۔

یُونگ کرسچن ہائی سکول لودیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصہ سے جاری ہے۔ مشن نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اور چار ہندوستانی خواتین اُسکی مدد کرتی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔ فیس خرچ خوراک لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے کلاس فیس سرکاری شرح ہے۔ متفرق اخراجات عمر ماہوار فی طالب علم ہے۔ کتابوں کی قیمت اور جیب خرچ اس کے علاوہ ہے۔ بوجہ اس انتظام چالیس فیصدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں [illegible] مزید حالات پرنسپل صاحب و ہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

تین بیماریوں کی حکمی دوائیں ۱۲

(۱) دمہ خشک ہو یا تر یہ آزمانا مجرب اور شرطیہ دوا ہے دو ہی خوراک کھانے سے چند گھنٹوں کے اندر سانس کی ساری تکلیف دور ہو کر آدمی تندرست ہو جاتا ہے۔ قیمت عہ۔

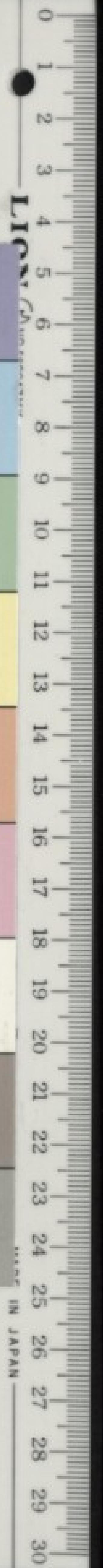
(۲) ہر قسم کی کمزوری دور کرنے میں لاثانی اور مجرب دوا ہے خواہ کیسی ہی کمزوری ہو قیمت فی شیشی عہ

(۳) اس کے استعمال سے روزانہ۔ تیجرہ۔ چوتھیہ بخار پہلے ہی دن رک جاتا ہے ورنہ دوسرے دن تو ضرور ہی بفضل خدا رک جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۲/ علاوہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

المشتہر

ڈاکٹر ای۔ این۔ اوجھا

خورجہ ضلع بلند شہر



ملاقات کے وقت لاہوری دوست نے اس دوسرے دوست سے کہا کہ دوپہر کی روٹی میرے ہاں کھانا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اس وقت دن کے گیارہ بجے تھے۔ اور ہم سیدھے ریلوے سٹیشن کی طرف گھر واپس جانے کے لئے جا رہے تھے۔ جب ہم اس لاہوری دوست سے ذرا جدا ہوئے تو میں نے اپنے دوست سے کہا کہ ہم تو سیدھے سٹیشن کو جا رہے ہیں اور تم ان سے دوپہر کے کھانے کا اقرار کر آئے ہو۔ یہ کیا؟ میرے دوست نے کہا کہ کیا آپ ان باتوں کو نہیں سمجھتے۔ انہوں نے بھی تو ہمارے لئے کوئی کھانا تیار نہیں کر رکھا ہے کہ ہم جائیں۔ میں نے کہا تو میں بھی آپ کی بات کو جھوٹی کہا کرونگا۔ مسیحی مذہب نے دل کی پاکی کی شرط خدا کے پاس پہنچنے کی رکھی ہے دیکھئے انجیل متی ۵: ۸۔ مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کو دیکھینگے۔ پھر دیکھئے خط عبرانیوں کو ۱۲: ۱۴ پاکیزگی کی پیروی کرو۔ جس کے بغیر کوئی خداوند کو نہ دیکھیگا۔ پھر دیکھئے خط پولوس بنام افسیاں ۵: ۵ جہاں پر لکھا ہے کہ کسی حرامکار یا ناپاک یا لالچی کی جو بت پرست کے برابر ہے مسیح اور خدا کی بادشاہت میں کچھ میراث نہیں۔ میں ایک قدرت کے مشاہدہ کی مثال اس امر کی دیتا ہوں کہ بغیر صفائی کیڑے مکوڑے بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ انسان بغیر صفائی کچھ کر سکیں۔ میں نے اپنے گھر میں ایک دفعہ ریشم کے کیڑے ریشم نکلوانے کے لئے پالے۔ جب وہ اس درجہ پر پہنچے کہ وہ ریشم نکال سکیں تو اُن کے تمام بدن صاف ہو گئے کہ ذرا بھی میل یا گندگی اُن میں نہ رہی۔ اگر یہ صفائی ان میں نہ ہوتی تو ریشم وہ کبھی بھی تیار نہ کر سکتے۔ بڑے افسوس سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہمارے لوگوں کے دلوں میں بہت کم پاکیزگی اور صفائی ہے۔ اسی وجہ سے ایک کا دوسرے کے اوپر اعتبار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنا روپیہ دوسروں کے ہاتھوں میں دینا بہت کم پسند کرتے ہیں۔ نہ ہی مل کر کمپنیاں جاری کر کے خود نفع اُٹھا سکتے ہیں اور نہ اپنے ملک کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ جن ممالک کے لوگوں کے دل کی صفائی ہم لوگوں سے زیادہ ہے وہ گھر بیٹھے اپنے ملک کو اور اپنے آپ کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ انگریزی قوم نے دل کی صفائی کی صفت اور ایمانداری کی صفت رکھنے کی وجہ سے روپیہ جمع کر کے کمپنی بنا کر ہندوستان میں سوداگری کے لئے اپنے چند بھائیوں کو بھیج دیا جنکی کوششوں سے تمام ملک برہما۔ وبلوچستان انگریزوں کا ہو گیا۔ اسکی صرف ایک ہی وجہ تھی کہ کارندوں کے دلوں میں صفائی اور خود ایثاری تھی۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ بادشاہ ملک کی بیٹی بیمار ہو۔ ایک انگریز ڈاکٹر اس کا علاج کر کے چنگا کرے۔ اس کے صلہ میں ڈاکٹر اپنے لئے دولت وحشمت نہ مانگے بلکہ اپنے ملک کی کمپنی کے محصول کی معافی چاہے۔ اس کے برعکس اس ملک کے لوگوں کو دیکھئے کہ ان میں سے بہتیرے ہیں جو دل میں بدنیتی رکھ کر لوگوں کا روپیہ جمع کر کے قسم قسم کی کمپنیاں جاری کرتے ہیں اور تمام روپیہ کھا پی کر کمپنی کا دیوالہ نکال کر اعتبار کرنے والوں کو بے سروساماں کر دیتے ہیں۔ یہ بات تو درست ہے کہ دنیا کے بہت سے دیگر ممالک کے مقابلہ میں ہند غریب ہے۔ مگر اتنا غریب نہیں کہ اگر دلوں میں صفائی اور پاکیزگی ہو تو کوآپریٹیو اور دیگر سوسائٹیاں جاری کر کے اپنے ملک کی دولت کو نہ بڑھا سکے کارخانے جاری کر کے اپنے بچوں کو صنعت وحرفت نہ سکھا سکے۔ ہاں اپنے دلوں میں بدظنی ہونے کی وجہ سے اپنا روپیہ نہ کمپنیاں بنا کر استعمال کرنا چاہتا ہے۔ نہ بنکوں میں رکھنا چاہتا ہے جہاں سے سود کا منافع ہو بلکہ زیور بنا کر زمین میں دفن کرنے کو بہتر سمجھتا ہے۔ جس میں بنوائی اور گھسائی کا سراسر نقصان ہے۔ خداوہ دن جلد لاوے جبکہ اس ملک کے لوگوں کے دلوں میں پاکیزگی اور صفائی پیدا ہو جاوے۔ جو کہ اسکی بحالی کا باعث ہے۔

ڈھاکہ میں سلسلہ فسادات

پولیس کے زبردست پہروں کے باوجود اکّے دُکّے حملے جاری ہیں۔ ایک مسلمان کی لاش ایک میدان کے قریب پائی گئی جسم پر کئی زخم بھی تھے۔ (عام)

ہندو مسیحی

۱۰ ستمبر سن رواں کے اخبار نورافشاں میں مسٹر پریدی جیکب عنوان مندرجہ بالا کے خلاف ہوتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ بذات خود یہ نام بالکل بے معنی ہے۔ پھر آپ تھوڑی دور چلکر اسی نام کے دو معنے بتاتے ہیں۔

اول۔ وہ اپنے پُرانے مذہب کو بہت پیار کرتا ہے

دوم۔ وہ اپنے آپ کو دوسرے مسیحیوں سے علیحدہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ جناب ایڈیٹر صاحب آپ ہی فرمائیے کہ راقم مضمون مذکورہ کس بات میں درست ہے آیا اپنے پہلے قول میں کہ بذات خود یہ نام بالکل غلط ہے یا دوسرے قول میں جبکہ دو معنے بتا گئے۔

بہرحال دونوں مقامات میں سے کسی نہ کسی مقام میں آپ نے اس مقولہ کو درست کر دیا کہ دروغ گو حافظہ نبا شد۔ یعنی جھوٹھ بولنے والے کا حافظہ نہیں ہوتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ غالباً آپ اپنی بائبل کو نہیں پڑھتے ہیں۔ ورنہ ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہوتے۔

آپ ہمارے ساتھ بائبل پڑھیں۔ پہلے آپ کو یونانی مسیحی اور عبرانی مسیحی ملینگے۔ اگرچہ وہاں مسیحی کے بجائے یہودی لکھا ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ابھی تک مسیحی صرف شاگرد کہلاتے تھے۔ انطاکیہ کے لوگوں نے اُن کو مسیحی کا خطاب عنایت کیا ہے۔ پھر ایک اور جگہ آپ کو قومی مسیحی اور غیر قومی مسیحی ملینگے۔

ہم نے مقامات ماقبل کا پتہ اس واسطے نہیں دیا کہ اسی حیلہ حوالے سے آپ بائبل کے چند مقامات تلاش کرتے ہوئے اُسکی خواندگی سے فیضیاب ہو جائیں۔

اب آپ کے دونوں معنوں کے خلاف ہندو مسیحی کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور ہیں بھی یہی کہ بندہ مسیحی ظاہر کرتا ہے کہ وہ ہندوؤں میں سے مسیحی ہوا ہے۔ اور کہ وہ اپنی پُرانی برادری چھوڑ کر اس نئی برادری میں شریک ہو کر مسیحیوں سے مل گیا ہے۔

علاوہ بریں آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہندو مذہب کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس مذہب کا نام آریہ ہے۔ شاید

کرلی کیجیے کہ آریہ نام سوامی دیانند سرسوتی کی ایجاد ہے اسے کسی سناتنی پنڈت سے دریافت کرلینا چاہیے کہ سوامی صاحب کے جنم میں آنے سے ہزار ہا برس پہلے اس مذہب کا نام آریہ ہے۔ چنانچہ اُن کے تنسکاب سماس مطالب کی تائید میں ہم ایک اقتباس پیش کرتے ہیں "آریہ ورتے بھارت کھنڈے" یعنی آریہ مذہب اور ہندوستان کے باشندے۔ چلئے فیصلہ ہوگیا۔

یاد رہے کہ ہندو میں واؤ تبلیکی ہے۔ جیسے برہمو اور سرسٹر میں واؤ کے معنے والے کے ہیں۔ بس ہندو مسیحی کے معنی اصل یہ ہوئے کہ ہندو الا مسیحی اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ایک ہی وقت میں مذہباً ہندو بھی ہو اور مسیحی بھی ہو۔ ساتھ گنگا مدار کا کہیں اجتماع نقیضین ہے۔ جو ممنوع اور محال ہے۔ بلکہ میرے خیال میں آپ زرا مقدس پولوس سے اگر ممکن ہو خواب میں پوچھیے کہ "میں سب کے واسطے سب کچھ بنا" اس کے کیا معنی ہیں۔ کیا جب آپ فریسی تھے تو کیا مسیحی نہ تھے البتہ ایک مقام میں پولوس مقدس نے مسیحیت سے بھی انکار کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اپنی بائبل میں پڑھئے یہ مقام بھی آپکو مل جائیگا۔

اب میں چند حوالجات پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ بذریعہ نور افشاں انکی تشریح بھی فرمائینگے۔ رومی مسیحی انگریزی مسیحی۔ لوتھرن مسیحی۔ پریسبٹیرین مسیحی۔ ایپسکوپل مسیحی۔ ویسلین مسیحی کیتھولک مسیحی۔ پروٹسٹنٹ مسیحی۔ ان کے علاوہ چرچ مسیحی۔ بگرمی ہیزرجی۔ چنامیرہ سریو استوہ بسکینہ یہ آخرالذکر لقب میرے نام کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ ذیل میں ملاحظہ ہو۔

راقم۔ کیدار ناتھ منت سکسینہ گھنزا جیوسی از کانپور۔

اخبار ندعوا کہ گوجرانوالہ اپنی تازہ اشاعت میں لکھتا ہے۔ کہ اخبار ندعوا کے خلاف تنسیخ عزت کے گیارہ مقدمات دائر ہونے والے ہیں۔

(عام)

ضرورت

سکاچ مشن مڈل سکول سیالکوٹ چھاؤنی کے لئے ایک نارمل پاس تجربہ کار مسیحی اُستاد کی ضرورت ہے تنخواہ حسب لیاقت ملیگی۔ درخواست کنندگان اپنے سرٹیفکیٹس کے ساتھ اپنی درخواستیں ہیڈ ماسٹر سکاچ مشن مڈل سکول سیالکوٹ چھاؤنی کے نام پر روانہ فرمائیں۔

المشتہر

ہیڈ ماسٹر سکاچ مشن مڈل سکول

سیالکوٹ چھاؤنی۔

پچاس سالہ جبلی کے لئے ایک ڈراما

پچاس سالہ جبلی کے لئے ایک ڈراما انگریزی سے اُردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ جسکی کاپیاں پادری بی۔ سی۔ اینڈرسن صاحب پاسٹر لودھیانہ چرچ سے مل سکتی ہیں۔ ایک آنہ ۳ پائی کے ٹکٹ بھیجکر رسالہ مذکور منگا لیجئے۔

المشتہر

پادری الیف۔ جے۔ نیوٹن صاحب

لودھیانہ

نوٹس

لودھیانہ پریسبٹری کا جلسہ ۵ اکتوبر ۱۹۲۶ء کے روز ایک بجے دوپہر دہرادون مشن سکول ہال میں فراہم ہوگا۔ میمبران پریسبٹری سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آنے کی تاریخ اور وقت سے پادری خیالی رام صاحب کو اطلاع دیں۔

المشتہر

پادری پی۔ کے سرکار۔ سٹیڈ کلارک لودھیانہ پریسبٹری

دہرادون

پنجابی ٹریکٹ

پنجاب کے دیہات کے لئے پادری نیوٹن صاحب نے مندرجہ ذیل ٹریکٹ مفت تقسیم کرنے والوں کے لئے تیار کئے اور صاف ستھرے کاغذ پر چھاپے گئے ہیں سب کی زبان پنجابی اور خط فارسی ہے۔ چونکہ بہت ہی تھوڑی مقدار میں باقی ہیں۔ اس لئے خواہشمند اصحاب کو بہت جلد منگا لینے چاہئیں۔ ۵۰۰ یا اس سے زیادہ منگانے ہوں تو نزدیک کے ریلوے سٹیشن کا نام لکھیں تاکہ خرچ میں کفایت رہے۔ قیمت سب کی یکساں ہے یعنی دو آنہ فی سینکڑہ اور ایک روپیہ فی ہزار ٹریکٹ۔ ڈاک یا ریل کا خرچ علاوہ ازیں ہوگا۔

اک کوڑھی دی کتھا۔ مسیح کے کوڑھیوں کو اچھا کرنے کا بیان سلیس زبان اور نصیحت آمیز پیرایہ میں

انساں دی لوکری۔ کہانی کی صورت میں نجات کے مفت ملنے کا ذکر۔

سیونک کھا گئی۔ ہندوؤں کی مورتی پوجا کی تردید اور دیوی دیوتاؤں کی خیالی قدرت و عظمت کا ابطال اور پوجا پاٹ کی حقیقت۔

سدیپک جیون۔ ہمیشہ کی زندگی کیا ہے اور کس طرح مل سکتی ہے۔

میں رہدا بھیڑ داہاں۔ ایک پادری صاحب کا ذاتی تجربہ۔ لٹیرے سادھوؤں و فقیروں کی کرتوت اور ان سے خبردار رہنے کی نسبت نصیحتیں

پھیر کی؟ موت کے بعد کی حالت اور آئندہ زندگی کا بیان اور اس دنیا سے دل لگانے کی مذمت۔

جات ورن۔ ہندوؤں کی ذات پات کے نقائص اور مسلمانوں اور مسیحیوں سے چھوت چھات کرنے کی حقیقت۔ بہت عمدہ طرز بیان ہے۔

المشتہر

سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

انارکلی۔ لاہور

پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر نور افشاں ایجرٹن روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیو بخش صاحب چھپا۔